انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (انگریزی) کی تیاری میں

برصغیر کے مسلمانوں کا حصہ ——— ایک تنقیدی جائزہ

از جناب ممتاز علی صاحب

(۲)

مسلمانوں کے مضامین کے موضوعات برصغیر کے اِن مصنفین نے جن موضوعات پر مضامین لکھے ہیں ان میں زیادہ تر ہندوستان کے صوفیاء، علمائے اسلام، مسلم شعراء اور مسلم مصنفین کے حالاتِ زندگی اور ان کے کارناموں کے علاوہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد، مسلم سوسائٹی اور تہذیب و تمدن کا ارتقاء، اسلامی مدارس کا قیام اور ان کا کردار، مسلم دورِ حکومت میں اسلامی علوم و فنون کا ارتقاء مسلم حکمرانوں کا طریقۂ حکمرانی، مسلم دورِ حکومت میں آباد کیے گئے شہروں اور مسلم دورِ حکومت کے مختلف صوبوں کے تعلق سے مقالات قلم بند کیے گئے ہیں۔

صوفیاء، شعراء اور مسلمانوں کے بسائے ہوئے شہروں کے بارے میں تفصیلی نوعیت کے مضامین لکھے گئے ہیں۔ علمائے اسلام اور مجددین کے حالات اور کارنامے نہایت ہی اختصار کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے صوفیا اور شعراء کو یہاں کے مسلم ہیروز کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ برخلاف اس کے علماء اور مجددین کے تعلق سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ علماء و مجددین کے اس قدامت پرست گروہ نے محض دقیانوسی مذہب اسلام اور مسلمانوں کو سیاسی طور پر غالب کرنے کی کوششیں کی ہیں۔

یہاں ہم تمام مضامین کا احاطہ نہ کرتے ہوئے مثال کے طور پر صرف ہندوستان میں احیائے اسلام کے لیے جدوجہد کرنے والے علمائے اسلام اور مجددین پر لکھے گئے مضامین کا جائزہ لیں گے۔

شاہ عنایت اللہ نے شیخ احمد سرہندیؒ کے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے ان کی تصانیف کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ ان کے کارناموں میں سب سے زیادہ اہم کارنامہ ان کے وہ خطوط بتائے گئے ہیں جو

انہوں نے اپنے شاگردوں کے نام لکھے تھے جن میں اسلام کے متعلق کئی اہم موضوعات زیر بحث لائے گئے ہیں۔ شاہ عنایت اللہ نے شیخ احمد سرہندی کے تعلق سے مزید لکھا ہے کہ انہوں نے ہندوستان میں ISLAM ، ORTHODOX کو قائم کرنے کی کوشش کی۔ اسی طرح یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت شیخ احمد سرہندی کو وقت کے جدید تقاضوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی[1] اس مختصر ذکر کے بعد شاہ عنایت اللہ نے سید احمد بریلوی کے بارے میں لکھتے ہوئے انہیں ایک مذہبی جنگ جو مصلح کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ سید احمد بریلوی کے تعلق سے شاہ عنایت نے مزید لکھا ہے کہ انہوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کے غلبہ کے لیے جدوجہد کی اور یہ اُس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک کہ ہندوستان سے انگریزوں کو اور پنجاب سے سکھوں کو بے دخل نہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کے لیے انہوں نے جہاد کی تیاریاں شروع کر دیں (یہاں شاہ عنایت اللہ نے لفظ جہاد کے بجائے مذہبی جنگ لکھا ہے) سید احمد بریلوی کا نجد کے محمد بن عبدالوہاب سے موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سید احمد بریلوی نے نجد کے

محمد بن عبدالوہاب کی طرح ایک سیدھے سادھے حقیقی اسلام کو اختیار کرنے کی دعوت دی[2]

اے۔ ایس بزمی انصاری نے شاہ ولی اللہ دہلوی کے تذکرے میں لکھا ہے کہ وہ ہندوستان کے عظیم انقلابی مفکر تھے۔ جنہیں ISLAMIC MODERNISM کا بانی کہا جاتا ہے۔ لیکن انہوں نے جو تحریک شروع کی وہ بہت جلد ناکام ہو گئی۔ کیونکہ وہ وقت سے بہت پہلے شروع کی گئی تھی۔ اور جب اُن کی اس تحریک کا وقت کی حقیقی قوتوں سے سامنا ہوا تو وہ اس کے سامنے زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکی اور آخر کار دم توڑ دیا۔ بزمی انصاری مزید لکھتے ہیں کہ شاہ صاحب اور ان کے جانشینوں نے اپنے وقت کے اُن اثرات کا جائزہ لینے میں بھی غلطی کی جو مشرق و مغرب کے تصادم اور عصری طاقت ور رجحانات کی وجہ سے پیدا ہو رہے تھے جس کا ناگزیر نتیجہ یہ نکلا کہ ان کا مشن ناکام ہوا۔

---

[1] مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (انگریزی) کے نئے ایڈیشن کی جلد اول میں شاہ عنایت اللہ کا مضمون شیخ احمد سرہندی اور سید احمد بریلوی کے بارے میں صفحات ۲۸۲ اور ۲۹۷ مطبوعہ ای جے برل۔ لیڈن ۱۹۶۰ء۔

[2] ایضاً

اس مختصر سے ذکر کے بعد شاہ صاحب کی تصانیف کا تعارف کرایا گیا ہے [۱]

بزمی انصاری نے سید اسمٰعیل شہید کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے حج سے واپسی کے بعد سکھوں کے خلاف جہاد کا نعرہ بلند کیا۔ اور انگریزوں کے تعلق سے خاموشی اختیار کی جس کی وجہ سے انگریز حکمرانوں نے بھی ان کے اس نعرے سے صرفِ نظر کر لیا۔ آخرکار دسمبر ۱۸۲۶ء میں سکھوں کے خلاف مقدس جنگ کا آغاز کیا جس میں انہیں کامیابی ملی اور انہوں نے پشاور کو صدر مقام بنا کر اپنی حکومت کا باضابطہ آغاز کیا۔ جہاں چند اصلاحات نافذ کی گئیں جن میں بیواؤں کی دوسری شادی کی اجازت اور عشر کی وصولی کا نظم شامل تھیں۔ ان اصلاحات کی وجہ سے مقامی آبادی ان کی مخالف ہو گئی۔ اور انہوں نے عشر وصول کرنے والے عمال کو قتل کیا اور اس طرح مقامی آبادی کی جانب سے ان کی حکومت کو نقصان پہنچایا گیا۔ ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رنجیت سنگھ نے ان پر حملہ کر دیا۔ اور اس طرح اسمٰعیل شہید اور ان کے رفیق سید احمد بریلوی کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ [۲]

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ہندوستان میں مسلم مذہبی فکر کے ارتقاء کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ دہلوی کے سلسلے میں لکھا ہے کہ وہ قرونِ وسطیٰ کے آخری عظیم مفکر تھے۔ جنہوں نے وقت کے تقاضوں کے تحت عقل کی روشنی میں اسلامی فکر کی تشکیلِ جدید کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی شریعت کو وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالا جانا چاہیے تاکہ وہ (شریعت) ایک مخصوص مقام اور مخصوص حالات کے لیے سازگار بن سکے۔ اس عمل کے دوران اس مخصوص سوسائٹی کے سماجی، مذہبی اور قانونی رجحانات اور رویوں کو بھی اہمیت دی جانی چاہیے۔ اس DYNAMIC مذہبی APPROACH کی وجہ سے مذہب کی بنیادی قدروں کی تشکیلِ جدید کی نئی نئی راہیں کھلیں [۳]

پروفیسر نظامی اسی موضوع کے تحت سید احمد بریلوی اور سید اسمٰعیل شہید کے بارے میں لکھتے ہیں

---

[۱] تفصیلات کے لیے دیکھیے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (انگریزی) کے نئے ایڈیشن کی جلد دوم میں اے۔ ایس بزمی انصاری کا مضمون شاہ ولی اللہ صفحہ ۲۵۵ - مطبوعہ اے جی برل - لیڈن ۱۹۶۵ء

[۲] ایضاً

[۳] انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد سوم صفحہ ۴۳۸ -

کہ ان کے یہاں خیالات و افکار میں وہابی نظریہ (وہابی نظریہ سے یہاں پروفیسر نظامی کی مراد نجد کے محمد بن عبدالوہاب سے ہے) کے اثرات کو محسوس کیا جا سکتا ہے (واضح رہے کہ پروفیسر نظامی نے یہاں مستشرقین کے ہی الفاظ میں محمد بن عبدالوہاب کو وہابی نظریہ سے تعبیر کیا ہے)۔ وہ آگے لکھتے ہیں کہ یہ انہی اثرات کا نتیجہ تھا کہ شہیدین نے ہندوستانی مسلمانوں کے اس رویہ پر تنقید کی جو غیر اسلامی افکار و نظریات کو اختیار کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہو رہا تھا۔[1]

ہندوستان میں مسلم مذہبی تحریکات کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے پروفیسر نظامی نے جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت اور قادیانی تحریک کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔ جماعت اسلامی کا ذکر صرف چند جملوں میں کیا گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مولانا مودودیؒ نے ۱۹۴۱ء میں مذہبی و سیاسی اہمیت کی حامل جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی جس کا مقصد قدیم مدارس سے فارغ اور جدید علوم سے آراستہ افراد کو رہنمائی فراہم کرنا تھا۔ (یہاں حوالہ دیا گیا ہے مولانا مودودیؒ کی تصنیف تفہیمات، لاہور ۱۹۴۷ء کا)۔ جماعت اسلامی نے خصوصیت کے ساتھ نوجوانوں میں اشتراکی نظریات کے پھیلاؤ پر گرفت کی لیکن فقط (OURISTS) اور صوفیائے اسلام کے تعلق سے اُن کے نظریات کی وجہ سے مسلمانوں کے مذہبی حلقوں میں اُن کی (جماعت اسلامی) کی پذیرائی نہ ہو سکی۔[2]

پروفیسر نظامی نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جیسی کتاب میں قادیانی تحریک کے سلسلے میں لکھا ہے کہ انیسویں صدی کے آخر میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک نئی مذہبی تحریک شروع کی جو بعد میں آگے چل کر اسلام کا ایک نیا فرقہ بن گئی۔ یہاں پروفیسر نظامی کو اس بات کا علم نہیں کہ تمام مکتبۂ فکر کے علمائے اسلام کے ہاں قادیانی تحریک ہمیشہ ہی ایک غیر اسلامی تحریک رہی ہے۔[3]

مولانا محمد الیاس کی شروع کی گئی تبلیغی کوششوں کے بارے میں پروفیسر نظامی لکھتے ہیں کہ یہ ایک خالص مذہبی اور روحانی تحریک ہے جو میوات سے شروع ہو کر تمام عرب ممالک میں پھیل گئی۔ اس ضمن میں پروفیسر نظامی کا یہ جملہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ "حقیقی صورت حال یہ ہے کہ اس وقت ہندوستان

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد سوم صفحہ ۴۳۸

[2] ایضاً " " "   [3] ایضاً صفحہ ۴۴۰

ہیں صرف یہی ایک اہمیت کی حامل مسلمانوں کی مذہبی تحریک ہے۔[1]

تبصرہ | انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے نئے ایڈیشن کی ایگزیکٹو کمیٹی کے ایسوسی ایٹ ممبرز کی فہرست میں شامل مسلمان مصنفین کے ناموں اور اس کتاب کی چاروں جلدوں میں شائع کیے گئے مسلمان مصنفین کے مضامین کے چند اقتباسات جو اوپر بیان کیے گئے ہیں۔ یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی تیاری وپیش کش کے ضمن میں مسلم دانشوروں کی جانب سے جو احتیاج کیا گیا تھا اس کے (RESPONSE) کے طور پر ایسے ہی مسلم مصنفین کو مع ان کی نگارشات کے شامل کیا گیا ہے جو اسلام کے ان مغربی ماہرین کے ان بنیادی مقاصد کی تکمیل میں معاون و مددگار بن سکتے ہوں جن کے حصول کے لیے انٹرنیشنل کانگریس آف اورینٹلسٹس اور اسی قسم کے دوسرے ادارے وجود میں لائے گئے ہیں۔

مستشرقین کی جانب سے پیش کی گئی تصانیف کا جائزہ یوں تو ہر دور میں لیا گیا ہے اور اب بھی لیا جا رہا ہے جس کی ایک عمدہ مثال سہ ماہی مسلم ورلڈ بک ریویو، اسلامک فاؤنڈیشن یو۔کے اور نیو بکس کوارٹرلی، اسلامک کونسل آف یورپ لنڈن ہے جو پچھلے چند سالوں سے پابندی کے ساتھ شائع کیے جا رہے ہیں۔ جن میں مسلم وغیر مسلم مصنفین کی اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے لکھی جانے والی کتب کا تعارف کرایا جاتا ہے اور تبصرے شائع کیے جاتے ہیں۔ مسلم ورلڈ بک ریویو کو تو اہتمام کے ساتھ عالم اسلام کی تمام ہی جامعات کے کتب خانوں کو بھیجا جانا چاہیئے تاکہ عام مسلم طلبا کی اس اہم جرنل تک رسائی ممکن ہو سکے، لیکن ان کوششوں کے باوجود اس بات کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ مستشرقین کی تصانیف سے استفادہ کے موجودہ طریق کار کو ترک کر کے ایک دوسرا طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ اسی ضرورت کے تحت عالم اسلام کی جامعات میں مستشرقین کی کاوشوں ہی کے عنوان سے ایک کورس پڑھایا جائے تاکہ طلبا اور اساتذہ دونوں ہی مستشرقین کی کتب کا تنقیدی نقطۂ نظر سے مطالعہ کر سکیں۔ اور طلبا کو یہ معلوم ہو سکے کہ ان کتب میں حقیقی علم کس حد تک پایا جاتا ہے اور تعصب کہاں سے جھلکنا شروع ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ مستشرقین کے کام کا ایک بھرپور جائزہ لے کر ان کی تصانیف پر مشتمل مختصر سے تبصرے کے ساتھ سال میں ایک بار BIBLIOGROPHY ON ORIEN-TALIST WORKS

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد سوم ص ۴۴۱۔

شائع کی جانی چاہیے۔ اس کام کی انجام دہی کے لیے مغربی ممالک میں آباد چند مسلمان دانشور اور مصنفین آگے آئیں یا پھر عالمِ اسلام کی چند جامعات اس جانب توجہ کریں اور اپنے ہاں اس کام کا آغاز کریں تو مناسب ہوگا۔ ہماری توقعات بے جا نہ ہوں گی۔ اگر ہم سعودی عرب اور پاکستان کی جامعات کی جانب اس غرض کے لیے نظریں اُٹھائیں۔

موجودہ حالات میں اس کام کی اہمیت اس وجہ سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ آج بھی مغرب مختلف ذرائع سے، جن میں علمی ذرائع بھی شامل ہیں، عالمِ اسلام پر اثر انداز ہونے کی کوششوں میں مصروف اور کامیاب ہے۔ خاص کر یہودی لابی اس میدان میں اپنے مقاصد کے لیے ہمیشہ ہی سے سرگرم عمل رہی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اور اسی طرح کی دوسری تصانیف سے بھی اس کا اندازہ ہوتا ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے مختلف مسائل سے متعلق لکھی جاتی رہی ہیں کہ اُن میں یہودی لابی کا کتنا اہم رول ہے اور وہ کس طرح علمی ذرائع سے بھی دُنیا کی رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کرنا چاہتی ہے اور اس وقت عالمِ اسلام میں اسلامی تحریکات کی وجہ سے جو ایک عام بیداری کی لہر چل رہی ہے اُس کو ناکام بنانے کے لیے مشرق و مغرب کی عیسائی، یہودی اور اشتراکی طاقتیں جنھیں اسلام سے ہمیشہ خطرہ محسوس ہوتا رہا ہے، پہلے سے کہیں زیادہ تیزی کے ساتھ سرگرمِ عمل ہیں۔ اس کا ثبوت بھی ہزاروں کی تعداد میں شائع کی جانے والی وہ کتب ہیں جن میں آج بھی اسلام، اسلامی تحریکات، اسلامی شخصیات اور مسلمانوں کے تعلق سے زہر اُگلا جا رہا ہے۔ اگرچہ کہ لب و لہجہ ماضی کے مقابلے میں کسی حد تک بدل دیا گیا ہے۔ ان حالات میں مسلمانوں پر عموماً اور اسلامی تحریکات کے کارکنوں پر خصوصاً ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ خاموش تماشائی نہ بنے رہیں اور صرف احتجاج تک اپنی سرگرمیوں کو محدود نہ رکھیں بلکہ مخالفینِ اسلام کی ان کوششوں کو ناکام بنانے کے لیے مثبت طریقے اختیار کریں۔